میر حسین شاہ حقیقت: احوال و آثار

ڈاکٹر سہیل عباس خان

Dr. Suhail Abbas Khan

Associate Professor, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

The institution that was established for the education and training of English officers before the Fort William College was St. George College, Madras. Shah Hussain Haqeeqat was a Munshi in this institution. Shah Hussain Haqeeqat was a prose writer as well as a poet in Urdu and Persian. His works include desriotion writing as well as writing the grammar rules. His writing "Jazb e Ishq" in the meantime of "Nao Tarz e Murassa" and "Baagh o Bahaar" is a first step toward modern simple prose. In the following thesis the circumstances and influences of Shah Hussain Haqeeqat are made the theme of writing.

حقیقت کے دادا کا نام میرک شاہ۔ والد کا نام عرب شاہ، تایا اور چچا کا نام سید محمد شاہ، سید اشرف شاہ اور سید محمد میر شاہ تھا۔ ان کے بڑے بھائی کا نام سید حسن شاہ اور چھوٹے بھائی کا نام سید قاسم شاہ تھا۔ حقیقت حضرت سید عبداللہ لقب بہ مظلوم کی اولاد میں تھے۔ جن کا سلسلہ النسب گیارہ واسطوں سے حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام تک پہنچتا تھا، حضرت سید عبداللہ خلفائے بنو عباس کے جور سے پریشان ہو کر حدود یمن میں مخفی طور پر سکونت پذیر ہو گئے تھے، ان کی اولاد سے حضرت امیر کلالؒ تھے، ان کے پوتے سید امیر شاہ ترکستان سے اپنی جاگیر عطیۂ صاحب قراں امیر تیمور، مضافات بدخشاں میں مقیم ہوئے اور حسب رواجِ خاندان ارشاد خلائق میں مصروف رہے۔ تا آنکہ نوبتِ سجادگی سید میرک شاہ کو پہنچی اور وہ ۱۱۲۵ھ (۱۷۱۳ء) میں بعہد فرخ سیر (۱۷۱۳ء تا ۱۷۱۹ء) وارد لاہور ہوئے۔ احمد شاہ ابدالی کے حملہ ہندوستان (۱۷۶۱ھ) کے بعد ان کے پسر سید عرب شاہ، سکھوں کی زبردستیوں سے تنگ آ کر آنولہ تشریف لائے اور وہیں حکیم میر محمد نواز کی لڑکی سے عقد کیا۔ ۱۱۸۶ھ مطابق ۱۷۷۲ء میں حقیقت پیدا ہوئے۔ عرب شاہ کا ۱۱۹۴ھ مطابق ۱۷۸۰ء میں انتقال ہو گیا اور حقیقت اپنے نانا کے زیر تربیت آ گئے۔ انھوں نے جو کچھ لکھا پڑھا وہ ان کے نانا کی شفقت کا نتیجہ تھا، حکیم میر محمد نواز ۱۷۸۰ء یا اس کے چند سال بعد کانپور پہنچے اور عہدۂ منشی گری پر فائز ہوئے۔ انہوں نے متعلقین کو بھی کانپور بلا لیا۔ ۱۷۸۵ء میں حقیقت کانپور میں تھے۔ وہاں سے چودہ پندرہ برس کی عمر میں لکھنؤ گئے اور جرأت کے ادبی حلقے میں داخل ہوئے۔ ابتدا میں اپنے استاد کی غزلوں کی کتابت کرتے تھے، اس کے بعد ترک سواروں میں ملازم ہوئے۔ معلّمی کا پیشہ بھی اختیار کیا اور سبزی منڈی لکھنؤ میں بھی کسی خدمت پر مامور ہوئے، امام بخش خاں کشمیری کے بھی

منشی رہے۔ بعد کو ریذیڈنٹ کلکتہ کے دفتر میں اول منشی رہے۔ ۱۸۱۰ء میں نواب کرناٹک کی سرکار سے وابستہ ہوئے۔ زمانہ آخر میں قسمت نے یاوری کی اور وہ کرنل کڈ کی وساطت سے میر منشی کے عہدہ پر فائز ہو کر چیناپٹن مدراس گئے۔ جہاں انھوں نے سکونت اختیار کر لی، حسن خدمت کے صلہ میں ان کی اولاد کو پنشن جاری رہی۔ وہ ایک مرتبہ آخری بار لکھنؤ آئے، مگر انھیں لکھنؤ پسند نہ آیا، اس لیے پھر مدراس واپس چلے گئے۔ ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۲۳۳ء۔۱۸۳۴ء میں مدراس میں وفات پائی اور وہیں کی خاک میں آسودہ ہوئے۔(۱)

شاہ حسین حقیقت، جراُت کے خاص الخاص شاگردوں میں سے تھے۔ مدراس کے کئی شعرا کو حقیقت کی شاگردی کا شرف حاصل تھا، ان میں سید ابوالحسن حیرت، شائق علی خاں شائق، عبدالقادر اظہر، اور نواب حشمت جنگ حشمت وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

شمالی ہند میں جس طرح فورٹ ولیم کالج ایک اہم علمی مرکز تھا اسی طرح جنوبی ہند میں فورٹ سینٹ کالج بھی ایک اہم علمی ادارہ تھا، دونوں اداروں کا بنیادی مقصد انگریز افسروں کی تعلیم و تربیت تھا۔ شاہ حسین حقیقت فورٹ سینٹ کالج میں تدریسی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔(۲)

شاہ حسین حقیقت غزل گو اور مثنوی نگار کی حیثیت سے اپنے عہد کے ممتاز شعرا میں سے تھے۔ لیکن شاعری ہی ان کے لیے ذریعہ عزت نہیں تھی۔ وہ فارسی اور اردو کے نثر نگار بھی تھے۔ اور سب سے بڑی بات کہ ایک بڑے عالم بھی تھے جس کا اندازہ ان کی متنوع تصانیف سے ہوتا ہے۔ وہ شعرائے اردو کے تذکرے ''تذکرہ احبا'' کے مؤلف تھے۔ یہ تذکرہ اگرچہ اب ناپید ہے لیکن اس سے استفادہ کر کے جو تذکرے لکھے گئے، ان کے اعلیٰ معیار کو پیش نظر رکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ اگر یہ ضائع نہ ہوتا تو اردو تذکرہ نگاری میں ایک اہم اضافہ ہوتا۔ شاہ حسین حقیقت کا ایک اہم علمی کارنامہ ''تحفۃ العجم'' ہے جو فارسی زبان کی صرف و نحو سے متعلق ہے۔ یہ کتاب ایک زمانے میں برصغیر اور ایران کے علمی حلقوں میں بہت مقبول تھی۔ ''جذب عشق'' اردو نثر میں ایک قصہ ہے جو اٹھارہویں صدی کے آخری چند برسوں میں لکھا گیا تھا۔ یہ اردو کے نثری اسلوب کے ارتقا کی اہم کڑی ہے جو ''نوطرز مرصع'' اور ''باغ و بہار'' کی تخلیق کے درمیانی زمانے کی تصنیف ہے۔ جس نے تحسین کے اسلوب میں سادگی کا عنصر شامل کر کے میر امن کے اسلوب کے لیے راہ ہموار کی۔

تصانیف

ان کی درج ذیل تصانیف ہیں: (خزینۃ الامثال ص۲)

۱۔ صنم کدۂ چین	۲۔ جذب عشق	۳۔ تحفۃ العجم	۴۔ خزینۃ الامثال
۵۔ تذکرۂ احبا	۶۔ مثنوی ہشت گلزار	۷۔ مثنوی ہیر امن طوطا	۸۔ ہفت نسخہ

صنم کدۂ چین:

سنہ تصنیف: ''یک ہزار دو صد و نہ ہجری (۱۲۰۹ھ) مطابق ۱۷۹۴ء، ۱۷۹۵ء، سنہ طباعت: ۶ صفر ۱۲۶۳ھ مطابق ۲۴ جنوری ۱۸۴۷ء۔ مادہ تاریخ طباعت ''صنم خانہ''، نام مطبع: مطبع محمدی لکھنؤ۔ زبان فارسی۔ تعداد صفحات ۳۲۔ اس کا ایک مخطوطہ جون ایلینڈ لائبریری مانچسٹر میں موجود ہے۔(۳)

جذبِ عشق:

حقیقت کے بڑے بھائی سید محمد حسن شاہ ضبط نے فارسی زبان میں ایک کہانی ۱۲۰۴ھ (۱۷۹۰ء) میں لکھی تھی، حقیقت نے محمد حسن شاہ کے ارشاد کے مطابق اس کہانی کو۱۲۱۲ھ (۱۷۹۷ء) میں اردو میں منتقل کیا، مادہ تاریخ ''ہے یہ جذبِ عشق آہ'' (۱۲۱۲ھ) سے برآمد ہوتا ہے۔ جذبِ عشق طباعت سے محروم رہی، اس کا قلمی نسخہ سید مسعود حسن رضوی ادیب، (دین دیال روڈ لکھنؤ) کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ گیان چند کے مطابق اس داستان کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ فورٹ ولیم کالج سے چند سال قبل کی یعنی اٹھارہویں صدی کے اواخر کی ہے۔(۴)

حقیقت نے اصل قصے کو سلیس، رنگین اور دلچسپ عبارت میں ترتیب دیا اور حسبِ موقع اپنے اور اساتذہ کے اشعار درج کیے، اس طرح ترجمے میں طبع زاد کہانی کا لطف پیدا ہو گیا اور وہ مستقل تالیف معلوم ہونے لگی۔ جذبِ عشق ایک سچی عشقیہ کہانی پر مشتمل ہے، ایک خوبرو سپاہی، جو مرہٹوں کی قید میں تھا، بھوانی کے میلے میں ایک حسینہ پر عاشق ہو جاتا ہے، حسینہ بھی اظہار التفات کرتی ہے، دونوں میں خفیہ ملاقاتیں ہوتی ہیں، راز کے افشا ہونے پر حسینہ کے اعزا، سپاہی پر مسلح یورش کرتے ہیں، سپاہی مقابلہ کرتا ہے اور لڑتے لڑتے ایک تالاب میں جا پڑتا ہے۔ وہ فن پیراکی سے ناواقفیت کی بنا پر ڈوب کر مر جاتا ہے، بعد کو حسینہ بھی اسی تالاب میں کود کر جان دے دیتی ہے۔ دونوں کی ہم آغوش لاشیں تالاب سے برآمد ہوتی ہیں، لوگ انھیں نکالنا چاہتے ہیں مگر وہ غائب ہو جاتی ہیں اور تلاش کے باوجود نہیں ملتی ہیں۔ یہ کہانی مشرقی عشقیہ تصور کے مطابق ہے، دراصل اس کی اہمیت وہ وجوہ سے ہے، یہ مختصر کہانی اردو کی ضخیم داستانوں اور انیسویں صدی کے ناولوں کے درمیانی عہد کی ہے، کیا اس کہانی نے یا دیگر منثور و منظوم قصوں نے اردو ناول کی تشکیل میں حصہ لیا ہے؟ اس کہانی میں فوق فطرت عنصر نہیں ہے۔ زبان سلیس اور عام فہم ہے، اس کے کردار عام انسانوں سے مشابہ ہیں، طوالت نہیں ہے، اختصار ہے۔ اس طرح یہ کہانی دوسری داستانوں سے مختلف ہے، یہ صرف کہانی ہے۔ داستان نہیں ہے۔ اس کہانی میں قصہ پن ہے، اس کے کردار معاشرتی الجھنوں کی علامت نہیں ہیں، اس کا مقصد نہ اصلاح ہے اور نہ معاشرہ پر تنقید، اس طرح یہ کہانی ناول سے مختلف ہے اور صرف کہانی ہے، ناول نہیں ہے۔ البتہ یک نظری عشق، خفیہ ملاقاتیں، اعزہ کی مسلح یورش، وصل بعد موت اور خانگی زندگی کے مشرقی آداب، مجبوریاں اور جرائتیں، جو اس مختصر کہانی میں ملتی ہیں، انیسویں صدی کے اواخر میں لکھے ہوئے اردو ناولوں میں مشترک ہیں، انگریزی ناول نے نیا شعور بخشا، نئی بلندیاں اور نئی پستیاں دکھائیں۔ مگر مشرقی تصورِ عشق اور خانگی زندگی کے آداب کو ابتدا میں نہیں بدلا، جذبِ عشق سے جوہر کشید ہو کر انیسویں صدی کے ناولوں میں بغیر عزم و ارادے کے داخل ہوا، جو تاریخ کا فطری عمل تھا، آج بھی مجبوری عشق اور وصل بعد موت میں زیادہ کشش محسوس کی جاتی ہے۔ جوہر فنا نہیں ہوا ہے۔ خارجی اثرات کے تحت قالب بدلتا رہا ہے۔

جذبِ عشق کی دوسری اہم خصوصیت اس کی زبان ہے، اس کے ذریعہ ۱۷۹۷ء میں لکھی ہوئی نثر کا یہ نمونہ ملتا ہے۔ یہ نثر نوطرز مرصع ۱۷۷۰ء اور باغ و بہار ۱۸۰۳ء کے درمیانی زمانے میں لکھی گئی تھی۔ اس میں نوطرز مرصع کی عربی و فارسی آمیز عبارت آرائی نہیں ہے اور نہ باغ و بہار کی بامحاورہ زبان کا چٹخارہ ہے بلکہ عام فہم نثر ہے جس کو رنگین اور دلچسپ بنایا گیا ہے، اس میں داستان طرازی نہیں ہے، قصہ پن ہے۔ یہ اس زمانے کے تعلیم یافتہ شرفا کی گفتگو کا نمونہ ہے، اس کی خوبی اس کے بیسہ خستہ پن میں پوشیدہ ہے، اردو نثر کے ارتقائی مطالعے میں یہ نمونہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔(۵)

تحفۃ العجم:

یہ فارسی تالیف ہے جس میں فارسی زبان کے قواعد اور رموز و نکات پر بڑی نادر بحثیں کی گئی ہیں، اس کا قلمی نسخہ (۱۸۴۷ء) حبیب گنج گلکشن مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں محفوظ ہے (متفرقات فارسی نمبر شمار ۵۰/۱۳۱)۔سنہ تصنیف ۱۲۱۳ھ (۱۷۹۹ء) اور تعداد اوراق ۱۲۹ ہے۔

خزینۃ الامثال:

حقیقت نے یہ کتاب ۱۲۱۵ھ (۱۸۰۱ء) میں لکھی تھی۔اس کتاب کی طباعت ۱۲۷۰ھ (۱۸۵۴ء) میں مطبع مصطفائی لکھنؤ میں ہوئی۔اس کا ایک ایڈیشن مطبع منشی نول کشور لکھنؤ نے ماہ اگست ۱۸۷۷ء عیسوی مطابق ماہ جمادی الثانی ۱۲۸۹ ہجری کو شائع کیا۔عربی امثال کا ترجمہ مولوی تراب علی نے کیا ہے، جو اصل متن پر اضافہ ہے، عبدالرحمٰن شاکر مالک مطبع مصطفائی نے یہ ترجمہ اس وجہ سے شامل کیا تا کہ باسہل وجوہ ہر شخص کی سمجھ میں آئے۔اس فن پر عربی و فارسی میں کتابیں ملتی ہیں، حقیقت نے عربی و فارسی امثال کے ساتھ ہندی امثال بھی شامل کر کے بڑا کام کیا ہے، ان میں بیشتر ہندی امثال اب بھی سننے میں آتی ہیں، کئی امثال میں تغیر واقع ہو چکا ہے، ایسی امثال بھی ہیں جنھیں نہ سنا ہے نہ پڑھا ہے۔لاہور گریژن یونیورسٹی لاہور کی ایک طالبہ گلناز فاطمہ میری نگرانی میں ''خزینۃ الامثال'' کے متن کی ترتیب وتہذیب پہ ایم فل کا مقالہ لکھ رہی ہے۔مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد نے ''خزینۃ الامثال''، عکسی ایڈیشن شائع کیا تھا۔(۶)

تذکرۂ احبا:

خزینۃ الامثال ۱۸۰۱ء اور مثنوی ہشت گلزار ۱۸۱۰ء کے درمیان حقیقت کوئی تصنیف نہیں ملتی۔یہ بھی معلوم ہوا کہ سفر دکن سے پہلے ۱۸۱۰ء حقیقت کی تصنیفات نثر میں تھیں۔

ہشت گلزار:

حقیقت نے یہ مثنوی ۱۲۲۵ھ ۱۸۱۰ء میں لکھی تھی۔اس کی طباعت ۱۵ ذی الحجہ ۱۲۶۷ھ (۱۱ اکتوبر ۱۸۵۰ء) کو بیت السلطنت لکھنؤ میں ہوئی۔اس مثنوی میں دبستان لکھنؤ کی رنگینی اور عبارت آرائی کے ساتھ ساتھ صفائی بیان اور سادگی اور منظر نگاری کی خوبیاں بھی پائی جاتی ہیں۔یہ مثنوی امیر خسرو کی مثنوی ''ہشت بہشت'' کا آزاد ترجمہ ہے۔مثنوی میں اشعار کی تعداد ۴۷۶۵ ہے۔

مثنوی ہیرامن طوطا:

یہ مثنوی ۱۲۶۸ھ (۱۸۵۱ء،۱۸۵۲ء) میں کائستھ پریس لکھنؤ میں طبع ہوئی ''قصہ دلپذیر مطبوع'' (۱۲۶۸ھ) سے سنہ طباعت برآمد ہوتا ہے۔یہ مثنوی حقیقت کے زمانہ آخر کی تصنیف ہے، جس وقت وہ لکھنؤ میں تھے۔

یہ عشقیہ قصہ نہیں ہے، اس کی بنیاد قالب بدلنے کا علم ہے جو یوگ سے متعلق ہے اور جس سے قدیم سنیاسی واقف تھے۔کہانی اس طرح ہے: بادشاہ ایک سیاح سے کایا پلٹ کا علم سیکھتا ہے جو وہ وزیر کو بھی سکھا دیتا ہے، ایک موقع پر بادشاہ ہرن کا شکار کرتا ہے، وزیر ہرن کے قالب میں بادشاہ کو قتل کر کے تخت پر قبضہ کر لیتا ہے۔کچھ دن بعد بادشاہ ہرن کا قالب چھوڑ کر ایک

مردہ طوطے کے (ہیر امن) قالب میں چلا جاتا ہے،طوطا ایک صیاد کے جال میں پھنس کر مہاجن بچے کے ہاتھ فروخت ہوتا ہے جس کو بالآخر بادشاہ زادی خرید لیتی ہے۔طوطا بادشاہ زادی کو تمام قصہ سناتا ہے۔ وہ سمجھ جاتی ہے کہ طوطے کے قالب میں اس کا باپ ہے۔ایک دن وزیر جو بادشاہ بن گیا تھا،شاہزادی کے گھر آتا ہے اوراس کو کایا پلٹ دکھانے کے لیے خود کو مرغ میں منتقل کر لیتا ہے۔شاہزادی مرغ کو ذبح کر دیتی ہے اور بادشاہ طوطے کے قالب سے اپنے اصل قالب میں آجاتا ہے۔

ہفت نسخہ:

اس کتاب کا ذکر ڈاکٹر اقتدا حسن نے اپنے ایک مقالے میں کیا ہے۔(۷)

دیوان:

حقیقت کے دیوان کا قلمی نسخہ انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانے میں محفوظ ہے،اس کا سائز ۸-۱/۲x۶-تعداد صفحات ۹۸ اور سطور ۱۱ ہیں، وہ فرد، غزل، مربع، مستزاد، رباعی، خمسہ، مثلث، قطعہ وغیرہ اقسام شعر پر مشتمل ہے مگر نامکمل ہے، کیونکہ متعدد اشعار جو تذکروں میں ملتے ہیں، اس میں نہیں ہیں۔کوئی ترقیمہ بھی نہیں ہے، جس سے سنہ کتابت اور کاتب کے نام کا علم ہو سکے۔(۸)

شاہ حسین حقیقت کو فورٹ سینٹ جارج کالج مدارس میں وہی حیثیت حاصل تھی جو میر امن کو فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں تھی۔شاہ حسین حقیقت کو میر امن پہ زمانی تقدم حاصل تھا۔شاہ حسین حقیقت کے خاندان کے متعدد افراد نے ادبی دنیا میں نام پیدا کیا۔حقیقت کے بڑے بھائی شاہ حسن ضبط کا نام اردو کے مشہور ناول ''نشتر'' کی وجہ سے زندہ رہے گا۔''نشتر'' شاہ حسن ضبط کے ''قصہ حسن وعشق'' کا ترجمہ ہے۔حقیقت کے بیٹے میر محسن لکھنوی خواجہ وزیر (شاگرد ناسخ) کے شاگرد تھے،انھوں نے وزیر کی دیوان کو مرتب کر کے مطبع مصطفائی سے شائع کرایا۔محسن لکھنوی اپنے عہد کے مشہور شاعر تھے لیکن ان کی وجہ شہرت شعرا کا تذکرہ ''سراپا سخن'' ہے۔شاہ حسین حقیقت اوران کے خاندان کی ادبی خدمات تاریخ ادب میں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

حوالہ جات

۱۔ مشرف احمد،شاہ حسین حقیقت اوران کا خاندان،کراچی:ادارۂ ادبیات پاکستان،بارِاول،۱۹۷۷ء

۲۔ محمد افضل الدین اقبال،ڈاکٹر،فورٹ سینٹ جارج کالج،حیدرآباد:معین پبلی کیشنز(انڈیا)،۱۹۷۹ء،ص:۵۰

۳۔ مختارالدین احمد،کتاب خانہ مانچسٹر کے بعض مخطوطات،مشمولہ:فروغ اردو،ماہنامہ،لکھنؤ،اگست ۱۹۷۱ء

۴۔ گیان چند،پروفیسر،اردو کی نثری داستانیں،لکھنؤ:اترپردیش اردو اکادمی،ص:۲۴۵

۵۔ نیر مسعود،جذبِ عشق اورحسین شاہ حقیقت،مشمولہ:صبح نو،ماہنامہ،پٹنہ ستمبر ۱۹۶۵ء

۶۔ حسین شاہ،سید،خزینۃ الامثال،لکھنؤ:مطبع منشی نول کشور،ماہ اگست ۱۸۷۷ءعیسوی مطابق ماہ جمادی الثانی ۱۲۸۹ہجری

۷۔ اقتدا حسن،ڈاکٹر،محسن لکھنوی اورتذکرۂ سراپا سخن،مشمولہ:صحیفہ،سہ ماہی،لاہور،جنوری ۱۹۶۸ء

۸۔ افسر امروہوی،دیوان حقیقت(گنج ھائے گرانمایہ)،مشمولہ:قومی زبان،ماہنامہ،کراچی،فروری ۱۹۶۳ء

☆......☆......☆